

قسط 8

ساری دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی
تم کو یاد ہے جب ہم نے محبت کی تھی
ایک دوسرے کو رازدار مان کر بتایا تھا حالِ دل اپنا
پھر دنیا نے ہم سے عداوت کی تھی
جب ہماری یادوں نے آنکھوں کو بھگو دیا
تب تسبیح پہ محبت کے نام کی تلاوت کی تھی
محبت چھوڑ کر جب ہنستے ہوئے گھر آئے
اتنا روئے کہ آنکھوں نے شکایت کی تھی
ہمارے اجر نے کا سبب جب کوئی پوچھتا ہے اب

خوشخبری رائلٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

بس اتنا کہہ دیتے ہیں اس دنیا میں محبت کی تھی۔

مرزا یار کہاں ہو تم؟؟

تمہیں پتا ہے یہاں سب کتنا پریشان ہیں۔

تم گھر چھوڑ کر کیوں گئے ہو، اور مجھے بتایا بھی نہیں تم نے

موبائل کی دوسری طرف سے پریشان سی ماہم کی آواز گونج رہی تھی۔

مرزا بے سدھ سویا پڑا تھا۔ جب اس کے موبائل پر مخصوص رنگ ٹون کی آواز گونجی۔

وہ نیند میں بھی جانتا تھا، کہ یہ کال کس کی ہے۔

اپنے سب گھر والوں اور دوستوں کو وہ بلاک کر چکا تھا۔

مرزا کے گھر سے غائب ہونے پر اس کے نمبر پر بار بار کالز کی جا رہی تھیں۔

میری شہزادی ایک ایک کر کے سوال کرو یا کیا ہو گیا ہے؟؟

کال اٹھا کر موبائل کان سے لگاتے ہی ماہم کی طرف سے سوالوں کی بوچھاڑ ہو چکی تھی۔

جن کو سنتے ہوئے مرزا مسکرا رہا تھا۔

تم بس مجھے یہ بتاؤ کہ تم ہو کہاں پر؟؟

مرزا کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی موبائل سے ماہم کی آواز گونجی۔

نیند کے خمار میں ماہم کی آواز مرزا کو سکون پہنچا رہی تھی۔

ایک یہ ہی آواز تو تھی، جو اسے ہر دکھ ہر تکلیف ہر پریشانی میں سکون پہنچاتی تھی۔

مرزا تو ویسے بھی ماہم کی آواز کا شیدائی تھا۔ اسے ماہم کی آواز سے عشق تھا۔

اور یہ بات وہ ماہم کو کئی بار بتا چکا تھا۔

اسی وجہ سے ماہم کو بھی اپنی آواز سے محبت ہونے لگی تھی۔

کیونکہ اس کی محبت کو اس کی آواز سے محبت تھی۔

یار تم فکر نہیں کرو میں اسی شہر میں ہوں۔

اور بالکل ٹھیک ہوں، میں آج تم سے ملنے آؤں گا تم بالکل فکر نہیں کرو۔

اور تم جانتی ہوں نا اتنی آسانی سے میرے گھر والوں نے ہماری شادی کے لئے نہیں ماننا تھا۔

اسی لئے میرا گھر چھوڑنا لازمی تھا۔

نہند کے خمار میں موبائل سے مرزا کی آواز ابھری۔

مرزا کی بات سن ماہم خاموش ہو چکی تھی۔

لیکن اطمینان اسے اس بات کا تھا، کہ مرزا شہر سے باہر نہ تھا۔

اب انکی اپنی باتیں شروع ہو چکی تھیں، جو پورا دن ختم نہ ہونے والی تھیں۔

وہ دونوں ہی زیادہ بولنے والے تھے۔

وہ جتنی بھی باتیں کر لیتے پھر بھی کال بند ہونے پر انکی ہزاروں باتیں رہ جایا کرتی تھیں۔

میں نے ایک مثالی محبت کی ہے اس سے
مجھ جتنا اسے کوئی چاہ ہی نہیں سکتا ♥ □

تمہیں پتا ہے ڈائری وہ آج لوٹ آیا ہے، اتنے سالوں بعد وہ آج واپس پاکستان آیا ہے۔

جس معجزہ کا مجھے اتنے عرصے سے انتظار تھا وہ آج ہو چکا ہے۔

ڈائری میں آج صدیوں بعد اتنی خوش ہوں۔

بس اب میں نے اس کو کبھی واپس نہیں جانے دینا کسی چھوٹے بچے کی طرح سنبھال کر رکھنا ہے۔

وہ آج ایک بار پھر ڈائری ٹیبل پر رکھے لکھنے میں مصروف تھی۔

ڈائری لکھنا تو اس کا معمول تھا، لیکن کبھی کبھی وہ دن میں دو بار بھی ڈائری لکھ لیا کرتی تھی۔

کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا اس کے دل کے موسم کو اور خوشگوار کر رہی تھی۔

اسے لگ رہا تھا جیسے آج دنیا کی ہر چیز مسکرانے میں مصروف ہو۔

وہ ڈائری لکھتے لکھتے اٹھ کر کھکھلاتے ہوئے ڈانس کرنا شروع کر چکی تھی۔

جب اچانک ماہی کی امی اسے آواز دیتے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

لیکن وہ اپنی مستی میں مگن اپنی امی کی آواز نہ سن سکی۔

اور اس کی امی کمرے کے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے اسے اتنا خوش دیکھ اس کی خوشیوں کی دعائیں مانگتے ہوئے واپس لوٹ چکی تھیں۔

امی آج میں روٹی پکاؤں؟؟

شام کے وقت ماہی کچن میں کھڑی اپنی امی سے روٹی پکانے کا پوچھ رہی تھی۔

ماہی کی امی اور بہنوں نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

ماہی کو ذرا شرمندگی نہ ہوئی تھی، وہ جواباً دانت نکال چکی تھی۔

وہ آج خوش ہی اتنی زیادہ تھی، کہ اسے کسی چیز سے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

بیٹا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آج؟؟

ماہی کی امی نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

کیونکہ ان کے گھر کی سب سے کھڑوس بیٹی آج عجیب عجیب حرکتیں کر رہی تھی۔

جی امی میں بالکل ٹھیک ہوں، ماہی نے منہ بسورتے ہوئے جواب دیا۔

پھر تم روٹی پکانے کا کیوں کہہ رہی ہو، اس کی امی نے صدمے کی کیفیت میں پوچھا۔

گھر میں سب کی یہ ہی حالت تھی۔

کیونکہ ماہی وہ لڑکی تھی، جس نے کبھی گھر کے کسی کام کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔

اور اسے کوئی کام کہہ دیا جاتا تو اس کام کو بگاڑ کر رکھ دیتی تھی۔

کام کہنے والا اگلی دفعہ خود ہی اس کام کو کرنے میں عافیت سمجھتا۔

وہ صرف ٹیکنالوجیز کی شیدائی تھی، ہر ٹائم بس وہ اس کا موبائل اور اس کا لپ ٹاپ ہوتا تھا

جس کو سامنے رکھے وہ بس کچھ نہ کچھ نیا کرنے میں مگن رہا کرتی تھی۔

اس کی باقی بہنیں گھر کے ہر کام میں ماہر تھیں، لیکن ماہی گھر کے ہر کام سے دور بھاگنے والی لڑکی تھی۔

وہ کبھی خود سے اٹھ کر پانی تک نہ پیا کرتی تھی، پانی پلانے کے لئے بھی اسے کوئی نہ کوئی چاہئے ہوتا تھا۔

اور آج ماہی کو خود کام کرنے کا پوچھتے دیکھ کر اس کے گھر والوں کا حیران و پریشان ہونا بنتا تھا۔

گھر والوں کی یہ حالت دیکھ ماہی سب کو ان کے حال پر چھوڑ کر اپنا موبائل اور لیپ ٹاپ لئے ایک بار پھر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

تم، تمہارا نام، تمہارا وجود، حتیٰ کہ تمہارا فقط تصور ہی مجھے سکون کی نہ ختم ہونے والی دلکش وادیوں میں لے جاتا ہے۔

دوپہر کے دو بج رہے تھے۔

ماہم کے گھر والے کسی رشتے دار کی شادی میں گئے ہوئے تھے۔

ماہم طبیعت کی خرابی کا بہانہ بناتے ہوئے گھر رک چکی تھی۔

وہ جانتی تھی مرزا نے ملنے کے لئے آنا ہے۔

اس لئے وہ گھر پر ہی رک چکی تھی۔

اس کی امی نے اس کو بارہا چلنے کا کہا لیکن وہ طبیعت خراب ہونے کا بہانہ کر چکی تھی۔

اس کے لئے شادی میں جانے سے زیادہ مرزا سے ملنا ضروری تھا۔

اور اب دن کے دو بجے مرزا ماہم کے کمرے میں صوفے پر بیٹھا ماہم کے ہاتھوں سے بریانی کھا رہا تھا۔

اور ماہم اپنے ہاتھوں سے مرزا کو بریانی کھلانے کے ساتھ ساتھ اسے گھر واپس جانے کے لئے منا رہی تھی۔

کیونکہ وہ جانتی تھی، مرزا اس کی کبھی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا۔

بلکہ اس کی ہر بات فوراً پوری کرنے کے لئے تیار رہا کرتا تھا۔

لیکن اس بار ماہم کے سمجھانے پر بھی مرزا کے کان پر جوں تک نہ رینگے۔

کیونکہ وہ اپنے گھر والوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔

وہ اب اور زیادہ ماہم کو خود سے دور نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

بریانی ختم ہو چکی تو مرزا نے لیپ ٹاپ پر گانے لگاتے ہوئے ماہم کا ہاتھ پکڑ کر کیل ڈانس کرنا شروع کیا۔

پہلے تو ماہم حیران ہوئی، لیکن پھر ڈانس میں اس کا ساتھ دینے لگی۔

مرزا جانتا تھا کہ اب ماہم اس کو واپس گھر جانے کے لئے منانا شروع ہو چکی ہے۔

اور اب اپنی بات منوا کر ہی ماہم نے اس بات کا پیچھا چھوڑنا تھا۔

لیکن وہ ماہم کے ساتھ ملا اتنا پیارا دن ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اب وہ اس دن کو ماہم کے ساتھ مل کر انجوائے کرنا شروع کر چکا تھا۔

اب ماہم بھی یہ دیکھتے ہوئے خاموش تھی کیونکہ وہ سمجھ چکی تھی کہ مرزا ابھی اس ٹاپک پر بات نہیں کرنا چاہتا۔

لیکن وہ بعد میں اس ٹاپک پر بات کرنے کا سوچ چکی تھی۔

بہت سارا وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزار کر مرزا عصر کے تھوڑی دیر بعد ماہم کے گھر سے نکل چکا تھا۔

کیونکہ اب ماہم کے گھر والوں کے واپس آنے کا وقت ہو رہا تھا۔

اور ایسا ہی ہوا تھا، مرزا کے نکلنے کے پانچ منٹ بعد ماہم کی فیملی گھر واپس آ چکی تھی۔

اور ماہم نے شکر ادا کیا تھا، کہ وہ ٹائم سے مرزا کو گھر سے نکالنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

ورنہ وہ تو نہ جانے کی ضد کئے بیٹھا تھا۔ کیونکہ اس کا دل ہر وقت ماہم کا ساتھ مانگتا تھا۔

دل چاہتا ہے وہ اس بات پر تکرار کرے
مانگوں بوسہ اور وہ دینے سے انکار کرے
میں کروں ضد لگاتار بس ہونٹ ہونٹ ہونٹ
وہ ہر بار دائیاں بائیاں رخسار کرے
اسکے جسم پر کہاں کہاں ہیں تل کے نشان
وہ مجھے رات بھر دیکھائے گنہگار کرے
کبھی لیپے کبھی سمٹے کبھی ٹوٹے کبھی بکھرے
وہ گلے زور سے لگائے مجھے پیار کرے
چھا جائے بن کے عطر کبھی عود کبھی مشک
بدن کی خوشبو میرے ہوش پر سوار کرے

اب تو صبح صبح ہم سے اٹھا نہیں جاتا
وہ گیلی زلفوں سے مجھکو بیدار کرے
قربان جائیں صدقے جائیں خود کو وار دیں
ارمان کوئی ایسا حکم تو میری سرکار کرے

ارمان کو پاکستان آئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔

اس کے گھر والے اسے پاکستان میں دیکھ بہت زیادہ خوش تھے۔

خاص طور پر اس کی امی جو پورے چار سال بعد اپنے بیٹے سے مل کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہی
تھیں، اور اس کا ہر نخرہ اٹھانے کو تیار تھیں۔

ایک ہفتہ گزر چکا تھا، ارمان جس سے ملنے پاکستان آیا تھا اب اس سے ملنے کو بے چین تھا۔

لیکن اس کے گھر والے اسے گھر سے کہیں جانے ہی نہیں دے رہے تھے۔

خصوصاً اس کی امی اسے شہر سے باہر تو کیا گھر سے باہر بھی جانے کی اجازت نہ دے رہی تھیں۔

وہ چار سال اپنے بیٹے کی جدائی سے ڈر چکی تھیں۔

اب وہ ہرگز ارمان کو خود سے دور جانے نہیں دے سکتی تھیں۔

اور دوسری طرف ارمان ماہی سے ملنے کو بے چین تھا۔

ماہی سے نہ مل پانے کی وجہ سے وہ چڑچڑا ہوا رہا تھا۔

وہ ماہی کو بھی کئی بار ملنے کے لئے لاہور آنے کا کہہ چکا تھا۔

لیکن ماہی بغیر کسی وجہ کے لاہور نہیں جاسکتی تھی۔

کیونکہ اس کے گھر والوں نے اسے اکیلے لاہور جانے کی اجازت بالکل نہیں دینی تھی۔

دونوں اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے سے ملنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔

لیکن دونوں ہی مجبور تھے۔

جب ارمان واپس پاکستان آیا رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔

اور اب وہ دونوں عید پر ملنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

کیونکہ عید پر ملنا دونوں کے لئے آسان تھا۔

اور اب وہ دونوں ہی عید کے انتظار میں تھے۔

ایک دن سب کچھ تمہیں مبارک۔۔۔ کہ کے چلی جاؤں گی تیری دنیا سے ☺ □

جولائی کی سخت دوپہر میں گھر کی چھت پر دھوپ میں جائے نماز بچھائے پسینے اور آنسوؤں سے چہرہ تر کئے ایک نفوس نماز ادا کرنے میں مصروف تھا۔

نماز کے دوران آنسوؤں سے بندھتی ہچکیاں اس نفوس کے تکلیف میں ہونے کی گواہی دے رہی تھیں۔

نماز مکمل ہوتے ہی وہ نفوس لال ہوتے چہرے کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھائے اللہ سے جانے کیا مانگ رہا تھا۔

اور جب دعا مانگتے مانگتے بس ہو چکی تو وہ سجدے میں گر کر شدت سے رونے میں مصروف ہو چکی تھی۔

دیکھنے والا ہر انسان اس شخص کی حالت پر ترس کھائے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

لیکن ایک وہ اپنی حالت پر بالکل رحم نہ کرنے والی تھی۔

بیشک ہمارا دین اتنا مشکل نہیں ہے، اسلام ایک آسان مذہب ہے۔

لیکن جب انسان کو بار بار ایک چیز مانگنے پر بھی وہ چیز نہ ملے تو وہ انسان اپنی بہتری نہیں دیکھتا بلکہ ہر طرح سے اپنے اللہ کو منانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔

اور اللہ بھی اپنے پیارے بندے کی وہ کوششیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

اور صبح وقت آنے پر اس انسان کو اس کی پسندیدہ چیز سے نواز دیا جاتا ہے۔

لیکن ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، اور انسان کو اس وقت تک کے لئے صبر کرنا پڑتا ہے۔

اور بیشک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔

اس نفوس کو بھی اس کی پسندیدہ چیز سے نواز دیا جانا تھا۔

لیکن اس کو صبر کرنا تھا، اور اپنے اللہ پر کامل یقین رکھنا تھا۔

اور وہ نفوس ہر طرح سے اپنے رب کو منانے میں مگن تھا، کیونکہ صبر کرنا اب اس کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔

ابھی وہ سجدے میں پڑی رونے میں مصروف تھی۔

جب اس کے کانوں میں اپنے نام کی پکار پڑی، اور وہ جلدی جلدی اپنے اوڑھے ہوئے ڈوپٹے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے، جائے نماز لپیٹ کر سیڑھیوں سے نیچے کی طرف بھاگی۔۔۔

جاری ہے۔۔۔۔۔